نظریۂ ارتقا اور اس کی درمیانی کڑی
——— 'پلٹ ڈاؤن مین'

رضی الدین سیّد

برطانوی مفکر 'چارلس رابرٹ ڈارون (۱۸۰۹ء-۱۸۲۲ء)، ایک ڈاکٹر کا بیٹا اور ایک بایالوجسٹ تھا، اور خوش حال خاندان سے تعلّق رکھتا تھا۔ اس نے اپنے دور میں نظریۂ ارتقا پر ایک کتاب On the Origin of Species تحریر کی تھی جس میں اس نے اپنی تحقیقات سے ثابت کیا تھا کہ ہر جان دار نے درجہ بدرجہ ترقی کر کے ہی اپنی موجودہ اصلی شکل اختیار کی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ، مثلاً زرافے نے اپنی موجودہ گردن اونچی اونچی شاخوں سے غذا حاصل کرنے کے لیے ہی رفتہ رفتہ لمبی کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ انسان نے بھی درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے ہی اپنی موجودہ انسانی شکل اختیار کی ہے۔ اس کے نزدیک بندر (چیمپینزی) نے پہلے پہل اپنے اگلے دونوں پاؤں اُوپر اٹھائے تھے، جھکی ہوئی حالت میں زندگی گزارنے کے قابل ہوا تھا، اور پھر رفتہ رفتہ اس کے جسم کے گھنے بال کم ہونے شروع ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہی سے اس میں عقل کی نشوونما بھی ہونے لگی تھی۔ چنانچہ قطعی حتمیت کے ساتھ اس کا کہنا ہے کہ انسان کے آباؤاجداد اپنی اصل میں بندر تھے۔ وہ زور دیتا ہے کہ انسان پہلے 'انسان نما بندر'، پھر 'بندر نما انسان'، اور پھر آخر کار 'مکمل انسان' بن سکا ہے۔

ڈارون کے اس انکشاف نے سائنس دانوں کی ایک بڑی تعداد کو گویا ہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ اس پر بلا تردّد ایمان رکھنے لگے۔ حیرت انگیز طور پر آج کا ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ یہودی، ربی، 'بنجامن بلیچ'، بھی اس کے نظریے کی تائید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے کہ ''ہمیں تورات کی جانب دیکھنا چاہیے کہ وہ اس ضمن میں ہمیں کیا سکھاتی ہے؟۔ وہ کہتی ہے کہ موجودہ دنیا،

اپنی تکمیلی حالت میں ترقی کرتے ہوئے ہی اس آج کے دور تک نمودار ہوسکی ہے۔ بنجامن سمجھتا ہے کہ تورات بیان کرتی ہے کہ ''خدا نے تخلیقِ کائنات کا جب منصوبہ بنایا تھا تو سب سے پہلے دن اس نے 'دن' کو جنم دیا تھا۔ پھر دوسرے دن اس نے 'آسمان' کی پیدایش کی تھی۔ تیسرے دن 'اس نے 'خشک زمین' کو جنم دیا تھا۔ چوتھے دن سورج اور چاند تاروں کی تخلیق۔ پانچویں دن 'مچھلیوں اور پانی' کی تخلیق، اور آخری اور چھٹے دن 'چوپایوں اور انسانوں' کی تخلیق کی تھی''۔ ربی 'بنجامن' سوال کرتا ہے کہ پھر اگر انسان بھی اسی طرح بندر کی شکل وصورت، اور عادات واطوار سے تبدیل ہوتے ہوتے موجودہ اصل انسانی حالت میں سامنے آیا ہے تو اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے؟۔ (Jewish History and Culture، امریکا، ص ۳۸-۳۹)۔ اتفاق دیکھیے کہ کمیونزم کا بانی کارل مارکس بھی ڈارون کی اس کتاب پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

ربی کا یہ بیان بہرحال ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری پیدا نہیں کرتا کہ یہودی مذہبی زعما بھی ڈارون کے نظریے سے متفق نظر آتے ہیں۔ پھر یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ مفاد پرست حضرات جھوٹ اور فاسد امور کی خاطر دلائل بھی آخر کہاں کہاں سے لے کر آتے ہیں، یعنی وہ اس معاملے میں مقدس کتابوں تک کو بھی نہیں بخشتے!

ایک طویل مدت تک ڈارون کے اس نظریے کی تشہیر ہوتی رہی۔ اپنی اصل الٰہی تخلیق، حضرت آدمؑ وحوّاؑ کو چھوڑ کر انھوں نے خود کو بآسانی بن مانسوں کی اولاد قرار دے لیا تھا۔ اگرچہ اس نظریے کے رد میں آج خود مغرب سے بے شمار کتابیں منظرِعام پر آرہی ہیں لیکن کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کے ایک دو پہلوؤں کا ہم خود بھی جائزہ لے لیں۔

کہا گیا تھا کہ انسان بننے کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے اس نے پہلے اپنے اگلے دونوں پاؤں اٹھا لیے تھے اور جھک کر چلنے لگا تھا (اس قسم کی مفروضہ تصاویر بھی انسائی کلوپیڈیا میں عام نظر آتی ہیں)۔ تاہم عقل ان کی اس دلیل کو تسلیم کرنے سے اِبا کرتی ہے۔ وہ اسے پہلی فرصت ہی میں رد کر دیتی ہے کیونکہ انسان کچھ عرصے کے لیے تو جھک کر چل سکتا ہے لیکن اس صورت میں وہ خود کو مسلسل برقرار نہیں رکھ سکتا۔ ایسا کرنا اس کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ حیوانات بےفکر ہو کر، اور آرام سے یا تو چاروں ہاتھ پاؤں کی مدد سے چل سکتے ہیں یا پھر محض دو پیروں کی مدد سے۔ لیکن یہ کہ ان کے پیر تو

چار ہوں اور وہ چلیں سیدھے ہو کر محض دو پیروں کی مدد سے، تو یہ عمل حیوانات کے لیے ممکن ہی نہیں ہے! پھر یہ بھی کہا گیا کہ ارتقا کی منزل ہی میں زرافے نے اُونچے درختوں سے غذا حاصل کرنے کے لیے اپنی گردن موجودہ شکل میں تبدیل کی تھی۔ حالانکہ یہ بھی محض ایک واہمہ ہی ہے کیونکہ سائنس دانوں نے بہت تحقیق کے بعد آگاہ کیا ہے کہ اب سے چار پانچ ہزار سال پہلے کے زرافے کے جوڈھانچے دریافت ہوئے ہیں، ان میں بھی اس کی گردن آج ہی کی مانند لمبی پائی گئی ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ڈارون کے نظریات وانکشافات شکوک وشبہات کی نذر ہونے لگے۔ حیرت انگیز طور پر سائنسی تحقیق سے صورت حال ایک بالکل نئے انداز سے سامنے آنے لگی۔ معلوم ہوا کہ حقائق وہ نہیں ہیں جو ڈارون نے پیش کیے تھے، بلکہ حقائق اس کے ماسوا کچھ اور ہیں۔ سائنس دانوں نے بتایا کہ ڈارون نے اپنے یہ نظریات کسی بھی لحاظ سے ٹھوس بنیادوں پر استوار نہیں کیے ہیں۔ بات کی وضاحت کی خاطر انھوں نے اس موضوع پر دلائل بھی فراہم کیے، اور مضامین ومقالات کا ایک نہ رُکنے والا سلسلہ بھی شروع کیا۔ انھوں نے بتایا کہ انسان اپنی ابتدا میں بھی آج ہی کی طرح کا ایک مکمل انسان تھا جس کا بندروں کی نسل چیمپینزی سے کوئی تعلّق نہیں تھا۔ لیکن حقائق کی روشنی میں لائے جانے کے باوجود مذکورہ بالا گمراہ کن نظریہ آج بھی حسبِ سابق شدومد کے ساتھ پھیلایا جارہا ہے۔ نئی تحقیقات اپنی جگہ، لیکن ڈارون کا نظریۂ ارتقا اپنی جگہ!۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ دہریے نظریات کے حامل دانش وران، دنیا کے لوگوں کو ان کے تخلیق کرنے والے خدا سے بالکل کاٹ کے رکھ دینا چاہتے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ مذہب اور خدا کا دنیا میں کہیں بھی چرچا ہوتا رہے۔ اسی سلسلے کو یہ لوگ 'الیومیناتی نظام' (یعنی روشنی کا نظام) قرار دیتے ہیں۔ الیومیناتی دانش وران قرار دیتے ہیں کہ دنیا میں محض ان کے جنم شدہ شیطانی نظام ہی کو بالادستی دی جانی ہوگی اور اسی کا سکہ یہاں رائج ہو کر رہے گا۔ اگرچہ وہ اسے 'روشنی کا نظام' قرار دیتے ہیں لیکن اپنی اصل میں یہ 'اندھیرے اور شیطنیت کا نظام' ہے۔

چنانچہ انھی کے تربیت یافتہ مادہ پرست ذرائع ابلاغ، اور روحانیت سے جان چھڑانے والے باغی سائنس دان ہیں جن کی تاریک کتابیں روشنی کے اس دور میں بھی مسلسل سامنے آتی چلی جارہی ہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ بھی انھی کی مانند اس نظریے کو فروغ دینے میں پیش پیش ہیں، کیونکہ

ان کی تو فطرت ہی یہ ہے کہ حقائق سے زیادہ وہ افسانوں اور سنسنی خیزیوں میں دل چسپی لیتے ہیں۔ یہی ان کے روزگار کی شاہ کلید بھی ہے۔ چنانچہ انسانی ارتقا کے مختلف درجوں کی فرضی تصویریں دنیا بھر میں پھیلا دینے والے لوگ اور ادارے بھی یہی ہیں۔ انھی مفکرین نے کمپیوٹر کی چال بازیوں کی مدد سے مردوں اور عورتوں (انسانوں) کو مکمل برہنہ حالت میں جسم پر گھنے بال رکھے ہوئے دکھایا ہے اور انھیں تعلیمی نصاب میں شامل کروایا ہے۔ بلکہ حیرت انگیز طور پر وہ تو ان کے جسموں پر پتے بھی نہیں دکھاتے جن کا وہ تعلیمی اسباق میں بہت چرچا کرتے ہیں۔ حالانکہ بندر نما انسان یا انسان نما بندر اگر کسی حد تک چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا اور اس کا دماغ بھی کم از کم کسی درجہ 'ذہنی ترقی' بھی کر چکا تھا، تو اپنے پوشیدہ حصوں کو تو اسے فوراً ہی ڈھانپنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی کیونکہ شرم و حیا تو اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے اندر بھی رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرغی سب کے سامنے کبھی انڈے نہیں دیتی اور جانور اپنی دموں کو عموماً گرا کر ہی رکھتے ہیں۔

آج کی ترقی یافتہ خواتین بھی چوبیس گھنٹے اور تین سو پینسٹھ دن بغیر لباس کے زندگی نہیں گزار سکتیں۔ کیونکہ مرد ہو یا عورت، انسان اپنی شرم و حیا کے ہاتھوں مجبُور ہے۔ دوسری جانب موسموں کے بھی اپنے کچھ تقاضے ہوتے ہیں! حقیقت یہ ہے کہ اس ضمن میں ان الیوبیناتی لوگوں کو ایک تصویر بھی اپنی اصلی حالت میں حاصل نہیں ہوسکی ہے! سائنسی حقائق کے پہلو بہ پہلو یہ لوگ جعلی و مسترد شدہ نظریات کو بھی مسلسل گردش میں رکھتے ہیں۔

پروپیگنڈا اصل میں ایک بہت طاقت ور ہتھیار ہے۔ صحیح یا غلط، دونوں نظریات کو بلا جبر، دنیا بھر کی ۷/ارب کی آبادی سے اگر از خود منوانے کا کسی کا ارادہ ہو تو کتب، رسائل، اور دیگر ذرائع ابلاغ، اس کی اس آرزو کو چند سالوں ہی میں بآسانی پورا کرسکتے ہیں، جب کہ ان کی مدد کے بغیر ان کاذب نظریات کا رد، اور اصل حقائق سے لوگوں کی باخبری، تقریباً ناممکن بنادی جاتی ہے!۔

پِلٹ ڈاؤن مین (Piltdown Man)

ڈارون کے نظریے کی اشاعت کے کچھ ہی عرصے کے بعد اس کے خیالات کو بہ لطف و کمال آگے بڑھانے والے دین بےزار سائنس دانوں نے پھر ایک اور چال بھی چلی۔ انھوں نے بہت بعد میں ایک ایسا درمیانی انسان بھی 'دریافت' کرلیا جو بقول ان کے ۳۰۰، ۴۰۰ سالوں کے بعد

بس مکمل انسان کی شکل میں ڈھلنے ہی والا تھا۔

یہ ۱۹۱۲ء کی بات ہے جب انگلینڈ میں اسی کے تقریباً ہم نام ایک اور سائنس دان چارلس ڈاسن نے برطانوی گاؤں Piltdown میں ایک حیوانی سر کا ڈھانچا پایا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے سر کا ڈھانچا اور جبڑے کی ہڈی چیمپینزی کی، اور دانت انسانوں کے سے بتائے گئے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد حتمی طور پر طے کر دیا گیا کہ ڈارون کی جانب سے پیش کیا جانے والا نظریۂ ارتقا بالکل درست تھا، اور یہ کہ یہ انسان اس کا عملی و عقلی ثبوت ہے۔ ڈھانچا چونکہ 'پلٹ ڈاؤن' نامی علاقے برطانیہ سے ملا تھا، اس لیے ڈھانچے کو بھی Piltdown Man کہہ کر پکارا جانے لگا۔

اپنی اس دریافت پر سائنس دان اس درجے خوش ہوئے کہ پھر اس پر وہ تحقیقی مقالے لکھنے لگے اور اسے نصاب میں شامل کروایا۔ کہا گیا کہ انسانی و حیوانی یہ ڈھانچا کم از کم ۵ لاکھ سال پرانا ہے۔ مزید یہ بھی کہا گیا کہ یہ ڈھانچا کسی یورپی فرد کا ہے، جب کہ بعض اخبارات نے حسبِ دستور اسے کسی عورت کا ڈھانچا گردانا! اپنے کارنامے پر یہ حضرات اس درجے پُرمسرت تھے کہ اس پر کم از کم ۵۰۰ مقالے لکھے گئے اور ۴۰ برسوں تک اسے اہمیت دی جاتی رہی۔ حد یہ ہے کہ آج کل کے 'ایچ جی ویلز' اور 'برٹرینڈ رسل' جیسے معروف دانش ور حضرات بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انھوں نے اسے اپنی کتابوں بالترتیب *The Outline of History* اور *A History of Western Philosophy* میں انسان کی جدید علمی فتوحات میں شمار کیا۔ تاہم دھوکے بازی زیادہ دیر تک اپنا بھرم نہیں رکھ سکی کیونکہ دھوکا بازی بہرحال دھوکا بازی ہی ہوتی ہے اور حقائق بہرحال اپنا آپ منوا کر ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ ۴۰ برسوں کے بعد جا کر کہیں پتا لگا کہ اس ڈھانچے کی تمام تر کہانی بے بنیاد ہے۔

برطانوی عجائب گھر کے ایک نگران Kennith Okley نے ۱۹۵۲ء میں اس پر کچھ مزید طبی و سائنسی تحقیقات کیں تو پتا لگا کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا اور لکھا گیا ہے، وہ کئی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ اس نے آگاہ کیا کہ کسی فرد نے چیمپینزی کے بڑے دانتوں کو گھس کر انسانوں جیسا چھوٹا کیا ہے اور ڈھانچے کو ایک خاص رنگ سے رنگ دیا ہے تاکہ ایک نئی انسان و بندر نما شکل سامنے آسکے۔

اس نئے انکشاف نے تو گویا سائنس کی دنیا میں ایک بار پھر وہی قدیم ہلچل مچا دی۔ کس کو پتا تھا کہ عظیم سائنس دان 'ڈارون' کا نظریہ یوں بالکل تار تار ہو جائے گا کیونکہ اس طرح کی صورتِ حال کا کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا۔ بہر حال بہت چھان پھٹک کرنے کے بعد آخر کار اعلان کر دیا گیا کہ ''دریافت شدہ ڈھانچا سائنسی لحاظ سے تاریخ کا سب سے بڑا دھوکا ہے!''۔ جدید ماہرین نے واضح کیا کہ مذکورہ 'شکل وصورت' میں بعض جعل سازیاں کی گئی ہیں اور انسان کی شکل میں ڈھالنے کی ایک دانستہ کوشش کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ چیمپینزی کا جبڑا وغیرہ بھی کسی لاکھوں سال پہلے کا نہیں بلکہ محض حالیہ مرے ہوئے کسی بندر کا ہے۔ اس انکشاف کے نتیجے میں ہلچل کے بعد سے پلٹ ڈاؤن مین کا وہ ڈھانچا برطانوی عجائب گھر سے فوری طور پر ہٹا دیا گیا جہاں ۴۰ برسوں سے وہ مسلسل دنیا کی 'معلومات' میں اضافہ کر رہا تھا!۔

ڈارون اور اس کے قبیل کے دیگر مفکرین کے یہ نظریات علمی وسائنسی فضا میں تقریباً ایک صدی محض اس لیے چھائے رہے کہ اس دور تک جدید سفری آسانیاں، حساس تحقیقاتی آلات، خوردبین ودُوربین، تشخیصی سہولتیں، سائنسی علوم، اور غور وفکر کی صلاحیتیں وغیرہ، ہمہ معیاری اور بااعتماد حد تک سامنے نہیں آسکی تھیں۔ لیکن جوں جوں سائنس آگے بڑھتی رہی، اور علم اپنا دامن وسیع تر کرتا رہا، ڈارون کے نظریات بھی اسی لحاظ سے شکوک وشبہات کی زد میں آتے چلے گئے۔

حقائق اور تہہ تک پہنچ جانے والے علم کی آج کی یہ دنیا، نہ تو چارلس ڈارون کے نظریۂ ارتقا کو درست مانتی ہے اور نہ چارلس ڈاسن کے خود ساختہ 'پلٹ ڈاؤن مین' کو کوئی اہمیّت دینے کو تیار ہے۔ کل کا دھوم مچا دینے والا 'پلٹ ڈاؤن مین' آج کا محض افسانہ بن کر رہ گیا ہے!

کتابیات

۱- ہارون یحییٰ Tell Me About the Creation - New Delhi

۲- انسائی کلوپیڈیا، جلد نمبر ۱۲، کولیئرز، امریکا　　۳- انٹرنیٹ، وکی پیڈیا سرچ

۴- Jewish History and Culture, Alpha Publishers, U.S.A.

۵- عظمتِ قرآن، مولانا وحید الدین خان، بھارت